فکر و نظر ـــــ اسلام آباد
جلد: ۳۷ شمارہ: ۲

برصغیر کی عربی شاعری پر فارسی اثرات

ڈاکٹر عبدالکبیر محسن ☆

برصغیر پاک و ہند میں فارسی زبان و ادب کی آمد چوتھی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی جب سلطان محمود غزنوی نے سرزمین ہندوستان پر اپنے حملوں کا آغاز کیا، ان حملوں کے نتیجہ میں موجودہ پاکستان کے اکثر شہروں پر اس کی حکومت قائم ہوئی، عرب فاتحین کی بدولت عربی کو فروغ ہوا، اب فارسی بود و باش والے فاتحین کی وجہ سے فارسی زبان متعارف ہوئی۔ بعد میں آنے والے اکثر مہم جو اسی زبان و ثقافت کے حامل تھے اور پھر جب مغلوں کی وسیع اور طاقتور حکومت کا قیام ہوا تو سرکاری زبان ہونے کی وجہ سے فارسی کو نہایت فروغ ہوا اور ہزاروں ادیب و شاعر منصۂ ادب پر نمودار ہوئے جنہوں نے اس کی قدر میں اپنی تخلیقات سے اضافہ کیا۔ عربی زبان اس دوران سکڑ کر دینی مدارس تک محدود ہو گئی تھی اور اس کا دائرہ اثر محدود تھا۔

فارسی کی اس نشر و اشاعت اور فروغ کے سبب ایک ایسا دبستان ادب معرض ظہور میں آیا جس سے متعلق ہزاروں ادیب شعری و نثری تخلیقات میں، خواہ وہ برصغیر کی کسی بھی زبان میں ہوں، فارسی اثرات سموتے نظر آتے ہیں۔ اور ایک کثیر تعداد ان شعراء کی ہے جو بیک وقت، فارسی، عربی اور اردو، تینوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے، ایک زبان میں ان کی شاعری دوسری زبان میں ان کی شاعری کا ترجمہ اور پرتو محسوس ہوتی ہے اور وہ ایک جیسے افکار و خیالات کی ترجمانی تینوں زبانوں کی شاعری میں کرتے تھے۔ زیر نظر مقالہ میں برصغیر کے آخری دور کی عربی شاعری پر فارسی اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس اثر انگیزی کی

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

جہتیں متعین کی گئی ہیں، اس ضمن میں ان قصائد کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا جو اگرچہ فارسی میں نظم کیے گئے مگر ان میں عربی اشعار بھی ملتے ہیں یا ایک مصرعہ فارسی کا ہے تو دوسرا عربی کا۔ گلستان سعدی میں متعدد عربی اشعار سموئے گئے ہیں۔ اسی طرح دیوان حافظ میں عربی و فارسی پر مشتمل اشعار ہیں۔ مثلاً :

ألا يا أيُها السَاقی اَدِرْ کَأساً وناولها
که عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلها

اسی قصیدے کا آخری شعر اس طرح ہے :

بحضوری گرهمی خواہی از و غائب مشوحافظ
مَتی ماتَلْقَ مَن تَہوی دَعِ الدنیا و اَمہِلْہا

ناقدین فن ایک قصیدے یا قصیدے کے کسی شعر میں دو زبانوں کے اختلاط کو تلمیع کہتے ہیں۔(۱) لغت میں تلمیع گھوڑے کے جسم میں دھبوں کو کہتے ہیں جن کا رنگ باقی جسم سے مختلف ہوتا ہے۔ اس طرح کا اختلاط درج ذیل صورتوں میں پایا گیا ہے :

۱۔ شعر کے دو مصرعوں میں سے ایک عربی دوسرا فارسی میں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا مثال سے ظاہر ہے۔

۲۔ ایک ہی مصرعہ کے کچھ الفاظ عربی کے اور کچھ فارسی کے ہوں، صاحب نفحة الیمن نے ایک عربی شاعر عباس بن علی المکی الیمنی کے چند اشعار اس صراحت کے ساتھ نقل کیے ہیں کہ یہ فارسی طرز سخن ہے، مثلاً :

لِی شادِنٍ اَضنیَ الحشا　　بالسّحِرِ مِن چشمانه
اَصمیَ الفُوادَ وصادَنی　　بالتیرِ من مژگانه
دیوانه گشتم عندما　　شاهدتُ ماهَ جماله(۲)

۳۔ رباعی کے چار مصرعوں میں سے آخری مصرعہ فارسی میں ہو، جیسا کہ حسبِ ذیل شہرہ آفاق رباعی میں ہے :

یا صاحب الجمال و یا سید البشر　　من وجهك المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقه　　بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

۴۔ تلمیح کے ضمن میں شاہ احمد رضا خان بریلوی کے تفنن طبع نے چوتھی صورت یہ ایجاد کی کہ اپنے ایک قصیدہ میں چار زبانیں استعمال کیں۔ وہ اس طرح کہ ہر شعر چار زبانوں پر مشتمل ہے۔ پہلے مصرعہ کا آدھا حصہ عربی پھر فارسی اسی طرح دوسرے کا آدھا حصہ ہندی پھر اردو، ایک شعر ملاحظہ ہو :

لم یأت نظیرك فی نظر مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوئے تجھ کو شہِ دوسرا جانا(۳)

تلمیح میں شعرائے برصغیر نے جودتِ طبع کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے عربی شاعری میں فارسی تراکیب اور بندشیں، اور فارسی شاعری کرتے ہوئے عربی الفاظ و عبارات خصوصاً قرآنی اقتباسات کا نہایت موزوں استعمال کیا۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں :

عمرے یارانِ زماں شد درپے آزار تلف
قل لہم اِن یَنتہوا یُغفَرلَہم ما قد سَلَف(۴)

ألا یا ایہا الساقی أدِر کأساً وناولہا
که بریادشه کوثر نہا سازیم محفلہا(۵)

عجب دارم که توبا این تباہی
بما لَفّقتَ من شِعر تُباہی(۶)

فارسی اثرات کے ضمن میں اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے :

۱۔ فارسی الفاظ کا عربی شاعری میں استعمال ۔
۲۔ فارسی اصناف سخن کا عربی شاعری میں استعمال۔

فارسی الفاظ کا عربی شاعری میں استعمال

فارسی کے متعدد الفاظ زمانہ جاہلیت سے عربی زبان کا حصہ رہے ہیں ان میں سے بعض الفاظ قرآن پاک میں اور کچھ عربوں کی شاعری میں مستعمل ہوئے، دور عباسی میں فارسی اثر و نفوذ کے پیش نظر شعراء نے کثرت سے فارسی الفاظ کو اپنی عربی شاعری میں استعمال کیا۔

برصغیر کی عربی شاعری کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں فارسی افکار و خیالات کے ساتھ ساتھ نئے الفاظ کا استعمال ہوا جو اس سے قبل نہ ہوئے۔ راقم نے غلام علی آزاد کے دیوان (سبعہ سیارہ) کے پہلے تین حصوں سے مندرجہ ذیل فارسی الفاظ جمع کیے ۔

دہلیز، نرجس (نرگس کی تعریب) سرادق(اصلاً فارسی ہے) بستان، بنفسج (فارسی ہے)، سَرْو(فارس و برصغیر کے ایک درخت کا نام)، فراسخ(فرسخ کی جمع جو فرسنگ کی تعریب ہے) ، نیروز (فارسی سال کا پہلا دن جس کو وہ بطور عید مناتے ہیں)، تخت، درود، اسی طرح مرکب آنزدیک، الماس اور عندلیب۔

ایک معاصر شاعر(۷) نے فارسی ترکیب "ننگ اسلاف" کو اس طرح استعمال کیا:

ولم يكن (ننگ أسلاف) جهابذة   بل المذكر أسلافا ذَوِى شان(۸)

فارسی اصناف سخن کا عربی شاعری میں استعمال

دور قدیم سے دور حاضر تک عربی شاعری میں تمام مضامین اور موضوعات کو قصیدہ میں بیان کیا جاتا ہے جبکہ سخورانِ فارس نے متعدد شعری صنفیں ایجاد کیں جن میں درج ذیل برصغیر کے عربی کے شعراء نے اختیار کیں :

۱۔ مستزاد: اس سے مراد ہر مصرعہ کے آخر میں یا بیت مکمل ہونے کے بعد اسی وزن میں ایک لفظ یا جملے کا اضافہ کرنا۔ قافیہ کا مطابقت کرنا ضروری نہیں۔ آزاد بلگرامی کے آمدہ قطعہ میں اس طریق کو اختیار کیا :

يا ساجعةً على اثيل الجبل   أرُوَيتِ غصونَه بماء المُقَل
رَوَّاكِ الله
تَرْوِينَ حديثَ جِيرَتی مِنْ اِضَمْ   أحُيُتِ بنكرِهِمْ اَسِيُرَ الاجَل
حَيَّاكِ الله(۹)

عبدالجلیل بلگرامی نے درج ذیل قطعہ میں مستزاد کیا، یہ قطعہ چار زبانوں پر مشتمل ہے:

جاء النيروز بالنشاط الاوفیٰ   فی خير قدوم
يولين درم پهل لهلهی بن اولها   ترد رہی جهوم
نيكی كند وز كلدی بولوی يش   قتلغ بسوم
چوں شهپر طاوس گل اندر صحرا   آورد هجوم(۱۰)

۲۔ ردیف: اس سے مراد ایک ہی لفظ، جس پر ہر مصرعہ کا اختتام ہوتا ہے۔ آزاد بلگرامی کے چوتھے دیوان میں اس طرح کے کئی قصیدے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

رشأ الأبيرقِ قاتل والله   إن المحب لغافل والله
قدر القلوب من الصفاء يلوح   ثمنُ الجواهر بالجَلاء يَلوح

پہلے شعر میں ردیف لفظ "واللہ" ہے جبکہ دوسرے میں "یلوح"۔

۳۔ رباعی: یہ فارسی صنف سخن چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ پہلا، دوسرا اور چوتھا ہم قافیہ جبکہ تیسرا مختلف بھی ہو سکتا ہے۔ فارسی میں رباعی ھزج مثمن میں موزوں کی جاتی ہے اور اس کے چوبیس وزن ہیں۔ یہ صنف کثرت سے استعمال ہوئی اور شعراء کے ہاں اسے قبول عام ملا۔ قدیم عربی شاعری میں اس کا وجود نہیں۔ مشہور مصری ادیب و مولف ڈاکٹر ابراہیم انیس نے اپنی کتاب "موسیقی الشعر" میں رباعی پر بحث کرتے ہوئے اسے فارسی الاصل قرار دیا۔(۱۱) ان کی تحقیق کے مطابق عباسی دور کے بعض عرب شاعروں نے رباعی میں طبع آزمائی کی۔ مگر ان کی رباعیاں فارسی وزن کی بجائے عربی بحروں اور اوزان میں ہیں صرف شکلی اعتبار سے انہیں رباعیاں کہہ سکتے ہیں۔ دور حاضر کے کچھ عرب شعراء

نے فارسی وزن پر رباعیاں کہی ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ صادق رافعی کے مطابق عربوں میں صفی الدین حلی (ساتویں صدی ہجری) پہلا شاعر ہے جس نے رباعی کہی۔(۱۲)

شعرائے برصغیر کے عربی کلام میں متعدد رباعیاں ملی ہیں کچھ تو عرب شعراء کی طرح شکلا رباعی ہیں یعنی چار مصرعے کسی عربی وزن پر موزوں کیے۔ مثلاً آزاد کی یہ رباعی:

طِب یا نسیماً عاطِرَ الاَکمام   اصبحتَ فاتحَ الاَکمام
واَتیتنی مِن جِیرَتی بتحیَّة   فارجِعْ اِلی عَتَباتہم بسلام(۱۳)

یہ رباعی بحر کامل میں ہے۔ جبکہ درج ذیل رباعیاں شکل اور وزن دونوں اعتبار سے فارسی طرز پر ہیں۔ محمد یوسف بلگرامی کی یہ رباعی:

قد شَرَّفَ سیدی رفیعُ المقدار   روضی لِیَریٰ بہٖ جَمالَ الاَزھار
رَحّبتُ به وقلت اَھلاً و سہلاً   حیاكَ الله انتَ نورُ الاَنوار(۱۴)

دور حاضر کے عربی اور اردو زبانوں کے شاعر نصیر الدین نصیر آف گولڑہ شریف کے کلام سے ایک رباعی ملاحظہ ہو جو آنحضرت علیہ السلام کی مدح و توصیف میں ہے:

اَنوارکَ فی الدُجیٰ دَلیلُ الخیرات   اَلطَافُكَ للعبدِ سَحابُ البرکات
لم نَدرِ سِواكَ مُونِساً فی البلویٰ   مَن غَیُرُكَ فی الوَریٰ مجیب الدعوات(۱۵)

۴۔ مثنوی: فارسی اصناف سخن میں مثنوی ایک طویل نظم ہے جس کا ہر شعر مستقل قافیہ رکھتا ہے اور اس کا دونوں مصرعوں میں پایا جانا ضروری ہے چونکہ فارسی مذاق شعری میں طویل قصوں اور قدیم تاریخ کو نظم کرنے کا رواج ہے، لہذا مثنوی کی ایجاد عمل میں آئی۔ اس کی مشہور مثالوں میں شاہنامہ فردوسی اور مثنوی رومی ہیں، اوّل الذکر ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ مثنوی کے آغاز میں شاعر حمد و ثناء اور آنحضرت کی مدح میں اشعار نظم کرتا ہے۔ بعد ازاں حاکم وقت کی توصیف میں چند اشعار ذکر کر کے اشہب قلم کھلا چھوڑ دیتا ہے، طویل قصے نظم بند کیے جاتے ہیں۔ آزاد بلگرامی نے (مظہر البرکات) کے نام سے

ایک مثنوی سپرد نظم کی جو سترہ حکایتوں پر مشتمل ہے، یہ مثنوی مولانائے روم کی طرز پر ہے۔ اسی طرح شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کے کلام میں متعدد مثنویاں ہیں۔ ایک مثنوی کے چند اشعار پیش خدمت ہیں :

بل هوما استعجلوا خِزی الیم　　　أُرسلتُ ریح بتعذیب اَلیم
قل کَزَرع اَخرج الشطء إلیٰ　　　اَزر فاستَغلَظَ ثم استویٰ
یُعجب الزُراعَ کالماءِ المَعِین　　　کَیْ یُغِیظُ الکافرین الظامین (١٦)

۵۔ تخلص : فارسی شعراء کے زیر اثر برصغیر کے عربی شاعروں نے اپنے شعری نام رکھے جنہیں تخلص کہتے ہیں۔ عربوں کے ہاں آج تک اس کا رواج نہیں۔ عموماً قصیدے آخری شعر (مقطع) میں تخلص ذکر کیا جاتا ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شاعر اس کو ذکر کر کے اپنی نظم سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی ضرورت اس لیے پڑی کہ بسا اوقات اصلی نام وزن پر پورے نہیں اترتے۔ شعرائے برصغیر میں شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے تخلص امین کی بجائے لقب (ولی اللہ) کو ذکر کرتے تھے جیسا کہ کہا :

ویر جو ولی الله فی حق نفسه　　　و فی الصحب والاولاد اَوسعَ رحمةٍ

غلام علی بلگرامی کا تخلص آزاد تھا

اَقام آزاد فی سقام　　　وانما المصطفی طبیبی

اس کا ہمعصر شاعر باقر مدراسی متخلص باآگاہ تھا :

آگاه تناهَتْ حیرتُه　　　اَدرکه اِلٰهی بالکرم

ایک اور شاعر یعقوب تخش کا تخلص راغب ہے :

اُنشودَة من راغب فی نعته　　　غَنّتْ بهافی اَیکِها اَلاطیارُ

۶۔ غزل : یہ بھی فارسی صنف سخن ہے جس کا موضوع اول تا آخر تغزل ہے۔ عربی ادب میں تغزل کے لیے مستقل قصائد نہ تھے بلکہ عرب شاعر یہ شوق کسی بھی موضوع پر نظم کردہ قصیدے کے ابتدائی اشعار میں پورا کرتے تھے، اس کو تشبیب اور نسیب کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، لغت میں تشبیب آگ بھڑکانے کے لیے پھونک مارنے کو

کہتے ہیں۔ گویا شاعر اپنی جودت طبع کو مہمیز لگانے کے لیے تشبیب کا سہارا لیتے تھے۔ برصغیر کے شعرائے عربی زبان نے غزل کے لیے نہ صرف عربی قالب اور ہیئت میں مستقل قصائد نظم ہند کیے بلکہ فارسی قالب کو بھی اختیار کیا۔ فارسی سخن میں غزل باقاعدہ صنف ہے جو صرف عشقیہ بیان و موضوع کے لیے خاص ہے، یہ عموماً تین سے بارہ اشعار پر مشتمل ہوتی ہے اور مقطع میں تخلص کا ذکر ضروری ہے۔ اس کا ہر شعر معنی کے اعتبار سے مکمل ہے جبکہ عرب شاعر ایک معنی کئی اشعار میں تقسیم کر کے ادا کرتے ہیں۔ باقر آگاہ کی فارسی طریقہ پر کہی گئی ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

قد صَیّرَنی الهَویٰ جذاذا   یا لیتنی مِتُ قبل هَذا
ما افعل لم اجد لآهی   فی صَخُرِ فوادِها نفاذا
آگاه اذا هَراقَ دمعا   اَغمضتَ و خِلُتَه رَذاذا(۱۷)

آزاد بلگرامی کے دیوان سبعہ سیارہ کا غالب حصہ غزل کے مستقل قصائد پر مشتمل ہے۔

۷۔ ترجیع بند یا ترکیب بند: اس صنف شعری میں قصیدہ مسلسل اشعار کی بجائے قطعوں میں تقسیم ہوتا ہے ہر قطعہ کے نو بیت، ہم قافیہ و ہم وزن ہوتے ہیں پھر ایک مختلف قافیہ والا بیت، جو ہر قطعہ کے بعد دہرایا جاتا ہے۔ آزاد بلگرامی کے ایک ترکیب بند سے پہلے قطعہ کے دو اشعار نذر قارئین ہیں:

مولای حَزِنتُ فی هَواکا   من یَکشِف غمّتی سواکا
ألفیتُك فی الضیاء شمسا   یُذرِی العَبرانَ من یراکا

یہ قطعہ نو اشعار پر مشتمل ہے جس کے بعد مختلف قافیہ والا ایک شعر ہے جس کو ہر قطعہ کے بعد دہرایا گیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

اِن ذقتُ الموتَ لا أبالی   حیاكَ الله ذوالجلال

۸۔ فارسی اثرات کے ضمن میں ان قصائد کا ذکر بے محل نہ ہوگا جو فارسی بحروں میں سپرد نظم کیے گئے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے ایک قصیدہ سے دو بیت ملاحظہ ہوں :

یا سائراً لحواطِمی بالله قِفْ فی بانه
واقرأ طوامیر الجَویٰ مِنی علی سکانہٖ
اِن یسئالوا عن حالتی فی السقم منذ فَقَدْتہم
فالقلبُ فی خَفُقَانِہٖ والرأسُ فی دورانہٖ(۱۸)

یہ بحر کامل میں ہے جو ایک بیت میں چھ مرتبہ متفاعلن آتا ہے مگر یہاں آٹھ مرتبہ ہے اس شکل میں وہ فارسی بحر بن جاتی ہے۔

مسلمانانِ برصغیر پر فارسی اثرات کا دائرہ بہت وسیع اور بے شمار پہلوؤں کو محیط ہے یہاں صرف آخری دور کی عربی شاعری موضوع مقالہ رہی، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاتح، طاقت ور اور صاحب ثروت اقوام کی تہذیب و ثقافت اور زبان و ادب کو مفتوح، کمزور اور کم ترقی یافتہ قومیں ہاتھوں ہاتھ لیتی ہیں۔ یہ دور عروج دنیا کی کئی تہذیبوں اور زبانوں کو نصیب ہوا جن میں عربی اور فارسی شامل ہیں اور پچھلی دو صدیوں سے انگریزی زبان و تہذیب کا مقدر بنا ہوا ہے۔

وتلك الأيام نداولها بين الناس

حوالہ جات

۱۔ آزاد بلگرامی، غلام علی، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان صفحہ ۲۰۷، طبع شدہ بمبئی ۱۳۰۳ھ ، ہندوستان
۲۔ احمد الشیروانی، نفحۃ الیمن ص ۱۷۰، مطبعہ فتح الکریم، بمبئی، ہندوستان
۳۔ دیکھیے ان کا دیوان، حدائق حشش، ۲/۲۶ مطبع گنج شکر، لاہور پاکستان
۴۔ علی حسن خان، مآثر صدیقی، ۲/۱۹۱ (نواب صدیق حسن کے حالات زندگی)

۵۔ حدائق بخشش، دیوان احمد رضا خان

۶۔ مفتی عباس تستری کے عربی مثنوی، اجناس الجناس، مطبوعہ ہندوستان ۱۳۰۶ھ

۷۔ مولانا لطافت حسین مدرس جامعہ فریدیہ اسلام آباد

۸۔ مجلہ بینات، مئی ۱۹۸۱ء کراچی

۹۔ سبحۃ المرجان، ص ۲۸۶

۱۰۔ آزاد بلگرامی، سروِ آزاد، ص ۲۸۴، مطبعہ دخانی رفاہ عامہ، لاہور، پاکستان ۱۹۱۳ء

۱۱۔ موسیقی الشعر، ص ۲۱۷، طبع خامس ۱۹۸۱ء مکتبۃ انجلو مصر

۱۲۔ دیکھئے ان کی کتاب، تاریخ آداب العرب، ص ۱۸۶

۱۳۔ سبحۃ المرجان، ص ۱۵۵

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۵۲

۱۵۔ فیض احمد، مہر منیر (پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے حالات زندگی)، ص ۳۳۸۳، آستانہ گولڑویہ ۱۹۷۶ء

۱۶۔ حدائق بخشش، ۲/۷۶

۱۷۔ عبدالحئ حسنی، نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر ۷/۹۴، طبع اوّل، دائرہ معارف عثمانیہ، حیدر آباد دکن ۱۹۴۷ء

۱۸۔ محمد زمان خان، سفینۃ البلاغہ، ص ۲۴۱، طبع ہندوستان ۱۳۱۱ھ

◆